معیشت میں توازن اور مساوات، شاہ ولی اللہ کا مثالی نظریہ

Equilibrium and Uniformity in Economics, Exemplary Ideology of Shah Waliullah

حفیظ اللہ تالپور*

پروفیسر ڈاکٹر منیر احمد خان**

ABSTRACT:

Shah Wali ullah Dahlvi was born at the time of famous Muslim scholar and King Aurangzaib Alamgir in Indian Sub-continent, and passed away at the time of Shah Alam Sani. His work and struggle belonged to modern Islamic thoughts. After he came back from Macca and Madina, the situation of state had been very blemish, defective laws of succession demoralized army, and economic insolvency. In these circumstances he focusing on problems of his time in sub-continent face by Muslims, he ruminated upon the economics of Muslims and troubles. He launched a movement to bring social and Political, stability of economics reform in the society. He raised his voice for economic Equilibrium equitable distribution of resources and removal of Inequalities, and said any production on revenue which is not based on the Principle of mutual assistance as illegal. He formulated a theory the stages of socio economics development known as (Irtafaqat), and also divided society into four stages in the light of Irtafaqat, starting from home and village life ending with external likeness profession.

Key Words: Integrity, Equilibrium, Circumstances, Movement, Theory.

قرآن حکیم نے اپنے اساسی روشنی کے مطابق عبادات، معاملات، معاشرت اور دیگر شعبہ زندگی کی طرح معاشیات میں بھی اساسی اصول اور معجزانہ اختصار کے ساتھ اصول وکلیات کا بھی ذکر کیا ہے، اور ان کی تمام تفصیلات کا ذکر احادیث اور ان کے ساتھ جڑے ہوئے مستنبط احکام کو فقہ کے حوالے کر دیا ہے۔ رزق اور معاش کا حقیقی تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے اور وہ ہی ہر فرد کا کفیل اور مددگار ہے، اگرچہ اس کی مصلحت عام اور حکمت کا تقاضا یہ ہے دنیا کے ماحول میں رزق کے اندر تفاوت درجات پایا جائے لیکن امارت وغربت کے فطری تنوع کے باوجود انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک فرد بھی محروم المعیشت نہ رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حق معیشت سب انسانوں کے لئے مساوی اور برابر رکھا ہے اور کسی کو بھی اس حق مساوات میں دخل انداز ہونے کا حق عطا نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ ہر فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہے ان آیات میں بغیر کسی فرق اور تخصیص کے ہر فرد وبشر کو خطاب ہے اسباب معیشت خدائے تعالیٰ کی خزانہ عامرہ کی ایسی عطاو بخشش ہے جس سے فائدہ اُٹھانے کا ہر انسان کو برابر کا حق ہے معاشیات کے متعلق قرآن حکیم نے جن اساسی اصول کا ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔[1]

---

*Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sindh, Jamshoro.
Email: mirhafeezullah7412@gmail.com

**DEAN, Faculty of Islamic Studies, University of Sindh, Jamshoro.

ترجمہ: زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمے داری اللہ رب العزت نے اپنے ذمے لی ہے اور تمہارا رزق اور جس شے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان میں (یعنیٰ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں) ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ۔[2]

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں معشیت کے سامان بنادیئے اور ان کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

کیونکہ ہر فرد کی معاشی زندگی کا کفیل صرف اللہ رب العزت کی بابرکت ذات ہے اور ان آیات میں بغیر کسی فرق کے بنی آدم کو یہ خطاب ہے، اسباب معیشت اللہ تعالیٰ کی ایسی عنایت وعطاہے جس میں ہر جاندار کو فائدہ اٹھانے کا مساوی حق ہے پر حاصل اسباب میں محنت فرض ہے۔ ان آیات کی زیادہ وضاحت حسب ذیل آیات کرتی ہیں۔

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ۔[3]

ترجمہ: اور ہم نے رکھے اس میں بوجھل پہاڑ اس کے پیٹھ پر اور برکت رکھی اس کے اندر اور چار دن میں اندازہ سے رکھیں اس میں ان کی خوراکیں جو برابر ہیں (بالحاظ طلب معیشت) سب حاجت مندوں کے لئے۔

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔[4]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے پھر ایسا نہیں ہوتا کے جس کو دنیا میں روزی دی گئی ہو اور وہ اپنی روزی میں سب کے سب برابر ہو جائیں پھر کیا یہ اللہ کی نعمتوں کے صریح منکر نہیں ہو رہے ہیں۔

مذکورہ آیات میں معیشت میں توازن اور مساوات کا واضح اعلان ہے لیکن اس کی تکمیل بغیر خلیفہ عادل کے ناممکن ہے۔

اصطلاحی تعریف:

معاش کی معنیٰ ذریعہ زندگی اسلامی لٹریچر میں علم الاقتصاد کہا جاتا ہے جس کی معنیٰ ہے میانہ روی اور زندگی کو صحیح اصولوں پر گزارنے کی ہیں۔ علم معاشیات اصطلاحی طور پر ایسے وسائل کو دیکھتے ہیں جو جائز طریقے سے دولت پیدا کرنے کے صحیح طریقے اور خرچ کے استعمال، نقصان اور ختم ہونے کے حقیقی اسباب بتاسکیں، لیکں عصر حاضر میں اس کی تعریف یوں ہے علم معاشیات ایک ایسا علم ہے جس میں دولت کی نوعیت، پیدائش اور اس کی تقسیم کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اج کل کے جدید دوٗر میں معاشیات کو اکنامکس سے موسوم کیا جاتا ہے جو لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کی معنیٰ گھریلو ضابط کی ہیں، یعنی ایک گھر میں رہنے والے افراد کیسے روزی کماتے اور اس کا خرچ کرتے ہیں، بعد میں اس علم کا اطلاق ریاستی افراد کی معاشی زندگی پر کیا گیا جس سے اس امر کا اندازہ کیا جاتا ہے کے ریاست میں رہنے والے تمام افراد کی زندگی کس طرح کی ہے اور وسائل کے پیش نظر ضروریات زندگی کی تکمیل کس طرح کرتے ہیں۔

دور خلافت میں تقسیم مساوات:

ازالتہ الخفاء میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ، احمد بن قیسؒ سے روایت کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے مال میں (مال غنیمت) سے جو حلال رکھتا ہوں اپنے لیے میں اس کی خبر دیتا ہوں کہ میں اُسی میں سے دو جوڑے ایک سردی کا اور ایک گرمی کا اور ایسا

سواری کا جانور جس پر میں سوار ہو کر حج اور عمرہ کرلوں، میرا کھانا قریش کے ایک عام آدمی کے برابر ہے اس کے بعد میں مسلمانوں کا ایک شخص ہوں جو مصیبت ان پر آئے گی (قحط وغیرہ) وہ مجھ پر بھی آئے گی۔ امام ابویوسف نے ایک سے زیادہ علماء اہل مدینہ سے روایت کیا ہے جب عراق فتح ہوا تو ان زمینوں کی تقسیم کے بارے میں، حضرت عمرؓ صحابہ سے مشورہ کیا تو وہ مختلف رائے ہو گئے اس کے بعد آپ نے مہاجرین وانصار میں سے دس آدمیوں کو بلوایا جو عمر میں بڑے اشراف میں سے تھے، جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد اور ثنا پڑھی اور کہا کہ میں نے آپ صاحبان کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ مجھ پر آپ کے امور کے بارے میں جو ایک امانت کا بوجھ ہے اس کے تحمل میں آپ لوگ میرے ساتھ شریک ہوں خدا کی قسم جو کچھ میں زبان پر لاتا ہوں اس امر کے بارے میں جس کام میں میں ارادہ کرتا ہوں میں نے اسے اس سے کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا بغیر حق کے تو آپ نے کہا سرزمین کسریٰ کے بعد جس کو فتح کیا جائے گا ان کی زمینیں اور اموال اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال غنیمت میں عطا کیا میں نے اسی کو اس کے حق داروں میں تقسیم کر دیا اور اس کا وارث بنا دیا۔[5]

حضرت ابوعبیدہ اور تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ (ایک موقع پر) ان کا سامان خوردو نوش ختم کے قریب آگا پس حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو اور پھر سب مال کو جمع کر کے ان سب میں برابر تقسیم کر کے سب کی قوت لایموت کا سامان کر دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے وہ محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اسی قسم کی دوسری احادیث اور آیات قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے مشہور محدث ابن حزمؒ ظاہری یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں، کہ ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقرا اور غربا کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فے (بیت المال کی آمدنی) ان غربا کی معاشی کفالت کو پوری نہ کرتی ہو، تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو غرباء کی کفالت کیلئے مجبور کر سکتا ہے (یعنی ان کے فاضل مال سے لے کر فقرا کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور ان کی زندگی کے اسباب کیلئے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروریات حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو پہننے کیلئے گرمی اور سردی دونوں موسم کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کیلئے ایک ایسا مکان موجود ہو جو ان کو بارش گرمی دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھے۔ حضرت ابوسعید خدری کی روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا سویا، یا ضروریات رہائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے"۔

اب ان تمام نصوص قرآنی اور ان کی موئید احادیث وفقہی روایات کو سامنے رکھ کر بہ نظر انصاف غور فرمایئے کہ اسلام کا معاشی نظام حق معیشت کی مساوات کا کس طرح صاف اور واضح اعلان کرتا ہے، اور امیر اسلام کے اختیارات میں وسعت دے کر اس کی حفاظت کیلئے کس قدر عادلانہ دستور قائم کرتا ہے؟۔ اٹھارویں صدی کے ابتدائی برسوں میں برصغیر کے ایسے حالات تھے جب مسلمانوں کی اصلاح اور بے داری کے لیے حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسے مصلح منظر عام پر آئے وہ چار برس کے تھے جب اورنگزیب بادشاہ کا انتقال ہوا شاہ صاحب نے دس مغل بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور شاہ عالم ثانی کے عہد حکومت میں وفات پائی۔[6]

نام ونسب:

احمد نام ، ابو الفیاض کنیت اور ولی عرف ہے بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کے والد شیخ عبد الرحیم اپنے وقت کے جید عالم اور بزرگ تھے فتاویٰ عالم گیر کی نظر ثانی میں آپ شریک تھے۔ شاہ ولی اللہ کی ولادت چار شوال 1114ھ دہلی میں ہوئی۔ شاہ صاحب کا سلسلہ نسبت والد ماجد کی جانب سے حضرت عمر اور والدہ کی طرف سے امام کاظم تک پہنچتا ہے، اس لحاظ سے آپ خالصاً عربی نسل اور نسبتاً فاروقی تھے، آپ نے اکثر تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، قیام حرمین کے زمانے میں شاہؒ صاحب نے متعدد علماء و مشائخ سے فیض حاصل کیا اور حدیث میں سندلی، جن میں شیخ ابو طاہرؒ، شیخ وفد اللہؒ، شیخ ثانویؒ اور شیخ احمد قشاشیؒ کے نام مشہور ہیں۔[7]

شاہ صاحب کے دور میں ہندوستان کے حالات:

مغلوں کے عہد زوال میں برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور دینی واخلاقی کمزوریاں اُبھر کر سامنے آچکی تھیں وہ اپنے صحیح اسلامی عقائد واخلاق سے دور جا چکے تھے، اس بدحالی اور کمزوری کی طرف سب سے پہلے شاہ ولی اللہؒ نے توجہ دی ان سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مہیب اور خونی واقعات لرزہ خیز حوادین وانقلابات سے گزرنا پڑا وہ تاریخ میں نمایاں اور صاف ظاہر ہیں، یعنی سادات بارہ تسلط (کنگ میکر کے نام سے مشہور تھے) فرخ سیر کا ان کے ہاتھوں بعد بے کیسی قید میں مرنا، تورانی امرائے دربار کے ہاتھوں ان سادات کا زوال، مرہٹوں کی بغاوت اور ان کا عروج سکھوں کا خونی فتنہ، نادر شاہ کی دہلی پر یلغار اور قتل عام شاہ صاحبؒ کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی کی مورخہ پانی پت میں فتح، روہیلون کا ہندوستان کی سیاست میں شریک ہونا، ایرانی وتورانی امراء کی باہمی کشمکش، مغربی اقوام کا ملکی سیاست میں مکاری وفریب سے سیاست میں داخل ہونا تقریباً تمام واقعات شاہ صاحب کی زندگی میں پیش آئے۔ یعنی کہ پورا ہندوستان بے چینی واضطراب کا شکار تھا حکومت کا نام ونشان تک نہ تھا مغلیہ سلطنت کا چراغ عروج سے زوال کی طرف رواں دواں تھا پورا ملک شورش کی لپیٹ میں تھا سلاطین اپنے عیش و آرام میں مبتلا تھے عوام کی دولت کو رقص وناچ کی محفلوں میں خوب لوٹا رہے تھے بدعقیدگی وبدعملی کے تمام جرائم عوام میں پیدا ہو چکے تھے۔ فسق و معصیت ان کی معاشرت کا لازم جز بن چکی تھی تمام بدکاریاں اور منکرات ان کی تہذیب کا حصہ بن چکی تھیں، کھلم کھُلا فاش مجلس پر فخر کیا کرتے تھے، بے ایمانی، زنا، جھوٹ، مکر وفریب، زنا وبدکاری، شراب خوری، ظلم وناانصافی، اسراف دولت وغیرہ اس قسم کی بیسیوں عیوب میں سرشار تھے[8]۔ مطلب یہ ہے کہ امت خدا سے دور ہو گئی تھی! غیر اسلامی رسومات کی پابندی کرنے لگے! اسلام کے تمام شعائر وآداب اٹھ چکے تھے عوام میں مذہب کے نام کی کوئی چیز نہ تھی ان حالات کے پیش نظر شاہ صاحبؒ نے مسلمانوں کی دینی معاشی وسیاسی تعمیل نو کیلئے ایک نئے نظریاتی بنیاد فراہم کرنے کی ضرورت محسوس کی کہ مسلمان بے عملی اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو کر صحیح معنوں میں اپنے دین پر کاربند ہوں مسلمانوں کو پھر سے بیدار کرنا اور ان کیلئے واضح الفاظ میں عقلی شرح تشریح کرنا وہ اپنا فرض عین سمجھتے تھے، چنانچہ شاصاحبؒ نے پوری ذمہ داری اور امداد غیبی کے توسط سے بہت عمدگی کیساتھ مسلمانوں کی اصلاح وفلاح کیلئے اپنے عہد کے علم وفنوں کا احاطہ کیا اور ان میں جو بےکار اور بے فائدہ امور شامل ہو گئے تھے ان سب کا جائزہ لیا اور ان کو احسن طریقے سے سُلجھایا۔

ہندوستان کی معاشی تباہ حالی اور اس کے وجوہات:

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایران اور روم کی سابق تاریخ ہمارے لیے واضح مثال ہے جو کچھ تم اپنے ہندوستان میں دیکھ رہے ہو اسی سے ہی ایران اور روم کی حالت کا اندازہ کرلو[9]۔ بادشاہ امراء اور بالا دست حکام چھوٹے بڑے جاگیر دار جو شاہانہ زندگی عیاشیوں کی وجہ سے کاشتکاروں اور مزدوروں کا خون چوستے تھے، نام نہاد علماء اور سجاد نشینوں نے جو گمراہ کن نقشہ ہندوستان میں کھینچ کر رکھا تھا جو محنت اور حلال رزق کمانے سے بلکل نا آشنا تھے ملک اور قوم کو کسی قسم کا ان کے ذریعے فائدہ نہیں تھا بلکہ ایک قسم کا بوجھ تھے۔ اقتصادی عدم توازن اور امراء کی شان و شوکت، عیش و عشرت نے ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا تن آسان، آرام طلب اور سرکار پرست خوش آمدیوں کا طبقہ جو بادشاہ اور شاہ پرستوں کے گرد جمع ہو گیا اور مختلف عنوانات سے روپیہ وصول کرتا رہتا تھا۔ ان میں بہت سے صاحب فن اور اہل علم بھی ہوتے تھے وہ فن علم کے نام پر روپیہ وصول کرتے تھے مگر ان کا مقصد ملک کی خدمت نہیں بلکہ اپنی ذاتی اعراض و ذاتی جاہ و جلال اور اقتدار حاصل کرنا ہوتا تھا، کوئی اس نام سے بھی روپیہ وصول کرتا تھا کہ وہ فن سپاہی گرامی کا ماہر ہے کوئی اپنے علم وہنر اور اپنی سیاست دانی کے نام پر روپیہ وصول کرتا تھا، خانہ نشینوں کی ایک جماعت تھی جو تقدس کے نام پر وظیفہ حاصل کرتی تھی ایک ایسی جماعت جو فنون لطیفہ، آداب و شاعری کے نام پر رقوم وصول کرتی تھی کہ بادشاہ کی شان یہی ہے۔[10]

بادشاہ یا امراء کی مجلس کو خوش گپیوں سے گرم کرنا، ایک فن قرار دیا گیا تھا، اس فن کے ماہرین طرح طرح کے ڈھونگ رچا کر روپیہ وصول کرنے لگے تھے، شاہانہ آداب، درباری آداب ایک خاص فن بن گیا تھا۔ ایک گروہ اسی نام پر کثیر رقم وصول کرنے لگا، یہ تمام جماعتیں جن کو تمدن مان لیا گیا تھا! درحقیقت مفت خوروں کے گروہ تھے، جو ملک اور قوم کی خدمت کے بجائے اپنی تمام صلاحیتیں مٹھی بھر شاہ پرستوں کے اغراض اور ان کی خوشنودی کیلئے صرف کرتے تھے، یہ ملک اور ملک کے مزدوروں اور کسانوں پر بار بنتے جارہے تھے، اسی طرح خدا کی تمام مخلوق دن بادن افلاس اور تباہ حالی میں مبتلا ہو کر روحانی فلاح بہود سے بھی محروم ہو رہی تھی[11]۔ خلاصہ یہ کہ یہ غلط اور گمراہ کن عیش ان کی معاشی تباہی کا سبب بن گیا تھا یہ عیش پرستی صرف اور امراء کے طبقے کے ہی ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ پوری مملکت میں ایک وباء کی طرح پھیل گئی جو عوام و خواص سب میں یہی جذبہ پایا جاتا تھا جو ان کے معاشی نظام کی تباہی اور بدحالی کا باعث بن رہا تھا۔

روحانی ترقی پر معاشی بدحالی کے اثرات:

شاہ ولی شاہ اللہؒ اس مفہوم کو ذہین نشین کرانے کیلئے معاشی حالات کا روحانی اصلاحات پر کیا اثر پڑتا ہے، اس کی ایک مثال یوں پیش فرماتے ہیں ایک ایسی قوم فرض کرو جس میں ملوکیت نہ ہو جو شاہانہ شان و شوکت اور عیش پرستی کے لوازمات سے محفوظ ہو ہر شخص معاشی طور پر آزاد ہو اور ٹیکسوں کے بوجھ سے اس کی کمر دوہری نہ ہوئی ہو ایسی قوم کو یہ فراغت میسر ہو گی کہ وہ دین وملت کے کام انجام دے سکے اخلاقی وروحانی سکون حاصل کر سکے لیکن اگر اس کی گردن پر ملوکیت شاہ پرستی اور سرمائے کا بھوت سوار ہو جائے تو اس کے ہوش و حواس گم ہو جائیں گے اور وہ انسانی شرف و عظمت سے گر کر چوپائیوں کی زندگی پر مجبور ہو جائے گی جن کو رات دن پیٹ کا فکر رہتا ہے[12]۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد عبادت الٰہی کے ساتھ معاشرے میں رسوم فاسدہ کو ختم کر کے انسانوں کی اجتماعی زندگی میں بہترین نظام کا قیام عمل بھی شامل ہے آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک محبوب چیز ہے

اس لیے اگر وہ صحیح اصولوں پر قائم ہے تو اس کے بدولت انسانوں کا دماغی توازن اعتدال پر رہتا ہے اور اس سے ان کے اخلاق کریمانہ صحیح اور درست رہتے ہیں اسی بناء پر انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوا۔ دوسرا یہ کہ نظام معیشت میں دولت وثروت ایک بدترین چیز ہے جب کہ وہ باہمی مناقشات اور بغض وحسد کا سبب بنتی ہے اور آخر میں قوموں کو استحصال بالجبر اور دوسروں پر حاوی ہونے کے لیے آمادہ کرتی ہے آخرت اور یادالہیٰ اور روحانی زندگی سے بالکل غافل اور بے پروہ بنادیتی ہے۔ مظلموں پر مظالم کا دروازہ کھولتی ہے۔ دولت وثروت معیشت میں ایسا درجہ رکھتی ہو جو توسط اور اعتدال پر قائم اور افراط سے پاک ہو۔[13] پس جس حکمران قوم کا معاشی نظام رفاہیت کی افراط کا داعی اور معاشی دست برد کا حامل ہے اس قوم میں اجتماعی محاسن اخلاق پیدا نہیں ہوسکتے اور وہ قوم ہمیشہ اجتماعی بداخلاقیوں کا مرکز ہوگی اور کمزور اقوام کیلئے فتنہ بنے گی، تکبر، ظلم، حق تلفی، دوسروں کی تحقیر وتذلیل اور خود غرضی وخوشامد پسندی جیسے مکروہ اخلاق اس کی فطرت بن جائیں گیے۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے جو قوم غلامی یا دوسرے اخلاق کی بدولت ایسے معاشی نظام سے دوچار ہو جو مفید اور عادلانہ رفاہیت سے خالی اور محروم ہے تو وہ دوسرے قسم کی اجتمائی بداخلاقیوں کا گھوارہ بن جائے گی اور اس میں ذلت نفس، ناامیدی، عجز، بزدلی، اور افلاس جیسے بداخلاقیاں نمودار ہو جائیں گی۔ شاہ صاحب کے پس نظر اجتماعی اخلاق اور عادلانہ معاشی نظام ایک دوسرے کیلئے لازم وملزم ہے کسی طرح ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کرسکتے اجتماعی اخلاق میں حسن وکمال جب ہی پیدا ہوسکتا ہے جب حکومت کا معاشی نظام ایسے اعتدال پر قائم ہو جس میں کسی قسم کی عیش پرستی کا دخل نہ ہو۔

معاشی نظام کی درستگی کا صحیح نیتجہ یہ ہوگا کہ انسانوں کے اجتماعی اخلاق صالح ہوں ان خلاق کی تکمیل قبر وحشر کی مصیبتوں سے نجات دلائے گی اور جنت کی نعمتوں سے مستفید کرے گی اور آخر میں اپنے رب کے قریب کردے گی[14]۔ شاہ صاحبؒ دراصل یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ معاشرے میں تضاد ٹھیک اس وقت شروع ہوجاتا ہے جب ایک گروہ دوسرے گروہ کی معیشت پر قابض اور اسکے وسائل کو محدود کردینے کے پے درپے ہوجاتا ہے یہ ظاہر ہے اجتماعی معاشیات، اجتمائی اخلاقیات پر بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ چناچہ اجتماعی اخلاق استقامت اور درستگی کیلئے معاشرے میں مساوی نظام کی اقامت ضروری ہے جب تک ایسا کوئی نظام سماج میں قائم نہیں ہوتا اس قوم کے اجتماعی اخلاق کا حسن پس پردہ ہی رہ جائے گا زندگی کے ہر پہلو کا دوسرے پہلو کے ساتھ ایک باہمی تعلق ہے چناچہ ایک خرابی دوسرے پر یقّنا اثرانداز ہوتی ہے اور یہ معاشی حالات ہی ہیں جو انسانوں کے اخلاقیات پر اثرانداز ہوتے ہیں[15]۔ خلاصہ یہ کہ انسانوں کے معاشی حالات صحیح ودرست نہ وہونگے تو اسکا اثر ان کی روحانی ترقی پر بھی پڑے گا اور نہ ہی انسانیت صالح ہوسکے گی۔

معیشت میں توازن اور مساوات:

اسلامی نظام معیشت میں تقسیم دولت کو خاص اہمیت دی ہے اس ضمن میں ایک طرف انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور دوسری طرف اسراف کی بھی سختی سے منع کیا گیاہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد مبارک ہے "تم پر صدقات اس لئے واجب ہیں تاکہ سرمایہ دولت مالداروں میں گردش نہ کرتی رہے"۔ مصارف زکوٰۃ کی جو 8 آٹھ قسمیں قرآن حکیم نے بتلائی ہیں وہ اس لئے کہ ہمیشہ ان چیزوں سے یتیموں، مسکینوں، محتاجوں اور مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے، کہ اللہ کی یہ عنایت ہے دولت ان کی ذاتی جاگیریں بن کر رہ جائیں جس سے دولت منداور مالدار مزے لیتے رہیں اور غریب فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے رہیں۔

خلیفہ دوئم حضرت عمرؓ کے متعلق شاہ صاحب نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا بیت المال میں سے خلیفہ وقت کیلئے کتنا لینا جائز ہے۔ توسب نے مل کر کہا اس کو اپنی ضرورت اور اہل و عیال کی ضرورت کے مطابق لینا جائزہ ہے اور خلیفہ وقت کا سب کے برابر کا حصہ عمر فرمایا کہ بیت المال میں سے میرا اتنا حق ہے کہ جس قدر یتیم کے ولی کو یتیم کے مال میں سے اگر حاجت نہ ہوگی تو نہ لونگا اگر حاجت مند ہونگا تو دستور کے مطابق دوسرے کی طرح کھانے کے لئے لونگا۔[16]

کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے حضرت عمر سے نقل کیا ہے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیوہ عورتوں کو ایسا چھوڑوں گا کہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ ہونگی، اسلام کے ابتدائی دوَر میں اس دوستور پر عمل رہا کہ اجتماعی خوشحالی کا خیال رکھا جاتا تھا معاشرے کے ہر فرد کا معیشت میں مساوی حق سمجھا جاتا تھا وقت کے خلیفے کا بھی سرکاری خزانے میں اتنا ہی حق ہوتا تھا جتنا ایک عام آدمی کا، جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تو ان حقائق سے بھی نظریں اٹھتی گئیں۔ امراء قومی دولت کو صرف اپنا حق سمجھ کر بیٹھ گئے اس حقیقت کو اس کی صحیح شکل میں شاہ صاحب نے ہم تک پہنچایا اور بار بار اپنی کتابوں میں اسکی طرف توجہ بھی دلائی اور فرماتے ہیں "اگر کسی قوم میں ترقی مسلسل جاری رہے تو اس کی صنعت و حرفت اعلیٰ کمال پر پہنچ جاتی ہے اس کے بعد اگر حکمران جماعت آرام و آسائش اور زینت و تفاخر کی زندگی کو اپنا شعار بنادیتے ہیں تو اسکا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ معاشرے کا ہر انسان حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی ظلم و جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جائے اس وقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح روٹی کمانے کیلئے کام کریں گے جب انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسانیت کو نجات دلانے کیلئے کوئی راستہ ضرور الہام کرتے ہیں یعنی قدرت الٰہیہ انقلاب کے ایسے سامان پیدا کر دیتی ہے کہ قوم کے سر سے ناجائز بوجھ اتار دے چناچہ قیصر و کسریٰ کی حکومت نے زیب و آرائش کا طریقہ اختیار کرر رکھا تھا اس مرض کے ازالے کیلئے اللہ رب العزت نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو پیدا کیا فرعون کی ہلاکت اور قیصر و کسریٰ کی تباہی اس اصول پر لوازم ثبوت میں سے شمار ہوتی ہے"۔[17]

شاہ صاحبؒ کے نزدیک انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے اقتصادی توازن اور مساوات ایک ضروری عمل ہے اور ہر انسانی جماعت کو ایک ایسے اقتصادی ضرورتوں سے اطمینان و سکون نصیب ہوتا ہے تو پھر کہیں وہ اپنے خالی وقت میں اسکے پاس کسب معاش سے بچ جاتا ہے تو زندگی کے ان شعبوں کی ترقی کی طرف متوجہ سکتے ہیں جو انسانیت کا اصل جوہر ہیں اگر انسانیت کو اقتصادی ضروریات ہی فراہم نہ ہونگی اسکی وجہ سے زندگی ٹہٹاین بن کر رہ جائے گی تو انسانیت کے اعلیٰ مقامات میں کیسے ہوش رہے گا، اقتصادی نظام کا درست اور متوازن ہونے کا نتیجا یہ ہوتا ہے کہ اس زندگی میں انسانی اجتماع کے اخلاق تکمیل پذیر ہو سکتے ہیں۔[18]

شاہ صاحبؒ کے نزدیک انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے اقتصادی توازن اور مساوات ایک ضروری امر ہے اور ہر انسانی جماعت کو ایک ایسے اقتصادی نظام کی ضرورت ہے جو اس کی ضروریات زندگی کا کفیل ہو جب لوگوں کو اپنی اقتصادی ضرورتوں سے اطمینان نصیب ہوتا ہے تو پھر کہیں خالی وقت میں جو ان کے پاس کسب معاش کے بعد بچ جاتا ہے زندگی کے ان شعبوں کی ترقی اور تہذیب کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں جو انسانیت کا اصل جوہر ہے لیکن اگر لوگوں کو اقتصادی ضروریات فراہم نہ ہوں ان کی وجہ سے ان کی زندگی بے کار بن کر رہ جائے گی۔

معاشی درجات:

حق معیشت میں سب برابر ہیں لیکن معاشی درجات میں سب انسان مساوی نہیں ہیں یہ تفاوت ایک فطری چیز ہے لیکن تمام انسانوں کو یہ حکم ہے تفاوت کے باوجود اعتدال کا دامن تھام رکھیں کسی حالت میں بھی وہ انسانوں کے بیچ ظلم کا سبب نہ بن سکے۔

قرآن حکیم نے اس تفاوت درجات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ۔[19]

ترجمہ: دنیاوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت ان کے بیچ تقسیم کر دی ہے اور اس کو اس طرح کر دیا کہ بعض کو دوسرے بعض پر معیشت میں بلندی حاصل ہے۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ۔[20]

ترجمہ: اللہ جس کے لیے چاہتا ہے تو رزق میں فراخی دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی ڈالتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک معیشت میں فطری تفاوت کے باوجود تمام مخلوق یکساں اور برابر ہے۔

* کسی فرد کو قبضہ و تصرف اس حد تک جائز ہے کہ اس سے دوسرے شخص کیلئے معاشی ضیق کے اسباب پیدا نہ ہو جائیں۔

* معاشی معاملات میں باہمی تعاون واشتراک عمل واجب اور ضروری ہے اور یہ تعاون ایسے صحیح اور صالح طریقوں پر مبنی ہونا چاہیے کہ اس سے نظام تمدن میں بدمزگی نہ پھیل جائے یعنی ان کے ذریعہ معاشی معاملات میں ایک دوسرے کی مدد اور فائدہ پر موقوف ہوں۔

* کائنات میں صالح اور مساوی معاشی نظام موجود ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء کے مطابق ہوں۔[21]

رزق میں تفاوت درجات کی مصلحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک جانب کسی کو غنی یا صاحب دولت بنا کر یہ مطالبہ کرتا ہے کے میری دی ہوئی نعمت کو اپنی ملکیت نہ سمجھے بلکہ انفرادی ملکیت کے باوجود یہ یقین رکھے کہ وہ جس قدر محنت کر کے حلال رزق کمائے گا اس قدر اس کی دولت پر اجتمائی انسانوں کی حقوق زیادہ عائد ہوں گے وہ صرف اپنے لئے نہیں کماتا بلکہ دوسرے افراد کیلئے بھی کماتا ہے۔ درجات کا یہ تفاوت معاشرے میں دوسرے افراد کو محروم المعیشت نہ بنائے جو شخص بھی ایسا کرے گا یقیناً خدا کی نعمت جو دولت کی صورت میں انسان کو حاصل ہوتی ہے تو وہ اس چیز کا منکر ہے۔ یہاں دولت و سرمایہ مقصد زیادہ سے زیادہ جمع کرنا یا نفع بازی نہیں ہے بلکہ انسان کی حاجت و ضروریات کے ساتھ دوسروں کی بھی حاجات و ضروریات پورا کرنے کی بھی تکمیل ہے دوسری جانب خدا کے ساتھ کفران نعمت اور ناشکری اختیار نہ کرے نہ بخل حسد اور بغض کو اپنی دل میں جگہ دے اور اپنی کثیر النعمت پر اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شاکر رہے پھر اپنی عملی جدوجہد میں قدم بہ قدم آگے بڑھ کر صلاحیت کے مطابق تمام حقوق معیشت میں دولت حاصل کرے جس کو حاصل کرنے کا تمام مخلوق کے لئے خدائے تعالیٰ نے سب انسانوں کیلئے مساوی اور عام کر دیا ہے۔

جمع وذخیرہ اندوزی کی حرمت:

دولت اور سرمایہ داری کے دو اصول اسلام میں قطعاً قابل تسلیم ہیں جن کی وجہ سے دولت اور سرمایہ پھیلنے اور تقسیم ہونے کے بجائے خاص حلقوں اور مخصوص طبقوں میں محدود ہو جائے جس کی وجہ سے عام انسانی زندگی مفلوج الحال بن جائے، اس کی حرمت اور انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ذیل آیات قابل توجہ ہیں: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔[22]

ترجمہ: اور جو لوگ خزانہ جمع کر کے رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ۔[23]

ترجمہ: فقراء، مساکین، قرابت داروں اور یتیموں وغیرہ پر اللہ تعالیٰ نے جو خرچ کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس لئے ہے کہ مال و دولت صرف دولت مندوں میں محدود ہو کر رہ نہ جائے۔

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ۔[24]

ترجمہ: اور جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے ہی خرچ کر لو تم میں سے کسی کے پاس اس سے پہلے موت آجائے۔

ان تمام آیات میں اداءِ زکوٰۃ صدقات اور اللہ کی راہ میں کھلے دل سے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے قرآن کریم میں ایک بہت بڑا حصہ ذخیرہ اور ان ہی احکام کی ترغیب و ترتیب اور ان سے جڑے ہوئے احکام اور تفصیلات پر مبنی ہے اور ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ دولت و سرمایہ اللہ کی دی ہوئی عنایت ہے جو ذخیرہ کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں میں خرچ کرنے کے لئے ہے جس سے انفرادی و اجتماعی ضروریات کی کفالت ہو سکے۔ اس لئے ان تمام آیات کی تفصیل میں فُقاہ کرام کا مسلک یہ ہے جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کئے گئے ہوں تو وہ مال جمع و ذخیرہ اندوزی کی فہرست میں شامل اور حرمت کا مصداق ہے اس قسم کی دولت و سرمایہ داری حرام اور باطل ہے۔ جائز دولت وہ سرمایہ داری سے اپنی ضروریات اور اہل وہ عیال کی حاجات اور مالی فرائض و واجبات کے ادا کرنے کے بعد جو دولت بچے اس کا اندازہ کر کے اس کو اجتمائی حاجات میں خرچ کرنا چاہیئے۔

محنت میں عادلانہ توازن:

اسلام میں خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات میں کوئی ایسا معاملا جائز نہیں ہے جس سے فاسد نظام میں معیشت بروئے کار آئے یا محنت اور معیشت کے لئے جائز جدوجہد اور کوشش بے حقیقت ہو کر رہ جائے اور اس طرح محنت اور سرمایہ داری کے درمیان اعتدال اور توازن باقی نہ رہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے سود کی ہر قسم کی تجارتی کاروبار اور جوا کی تمام ظاہری اقسام کی حرمت کو ناجائز قرار دیا ہے دوسرے شعبوں کی طرح لین دین اور خرید و فروخت میں عدل و انصاف کو بنیادی اساس قرار دیا ہے چنانچہ حسب ذیل آیات اس کی شاہد ہیں:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا۔[25]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کے معاملات کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کر دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ۔[26]

ترجمہ:　　اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز ترقی سے نہ کھاؤ آپس کے بیچ رضامندی سے تجارت ہو اس طرح کھاسکتے ہو (گویا ہر شخص اپنے حصہ کے مطابق اپنا حق لے)۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں اسی اساسی اصول کی روشنی میں یہ مدلّل مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں ان کی معاشی حیات کیلئے سب کچھ سامان فراہم کر دیا اور ان سب کو سب کے لیے مباح اور عام کر دیا تو ان سے متمتع ہونے میں مخلوقات کے درمیان مزاحمت اور مناقشت شروع ہوگئی تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سبقت اور پہل کر کے کسی شے کو اپنے قبضہ میں کر لے یا مورث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آجائے یا ان کے علاوہ ایسے دوسرے طریقے سے اس کا قبضہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز طریقے قرار پاچکے ہیں تو ایسی صورت میں اب کسی دوسرے شخص کو اس کی مقبوضہ شے میں مزاحمت کا حق نہیں ہے البتہ دسرے کی مقبوضہ شے کو حاصل کرنے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ خرید ُفروخت اور لین دین کے ذریعہ تبادلہ کی شکل پیدا کرے یا معتبر طریقوں سے باہمی رضامندی کا معاملہ اس طرح انجام پاجائے کہ ہر دو جانب میں اس کے متعلق صحیح علم ہو جو اور اس معاملے میں نہ جھوٹ فریب کا دخل نہ ہو اور نہ ہی خلط ملط کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تعاون باہمی اشتراک عمل کو واجب کر دیا اور یہ بھی لازم قرار دیا کہ کسی فرد کو بھی ایسے امور سے کنارہ کش ہونے کا حق حاصل نہیں ہے جو تمدن میں دخیل ہیں مگر یہ کہ کسی شخص کو بعض مجبور کن حالات ایسا کرنے پر مجبور کر دیں[27]۔

اسباب معیشت کے "اسباب" بننے میں اصل اصول یہ ہے کہ اموال مباح میں سے کسی شے کو اپنے قبضہ میں لیا جائے یا ان اموال مباح کے وسیلے سے جو کہ مالی ترقی کا ذریعہ بنا کرتے ہیں اپنے مقبوضہ اور مشخصہ مال کو ترقی دی جائے مثلاً چرائی کے ذریعے سے چوپایوں کی افزائش نسل یا زمین کی درستگی اور پانی کی سیرابی کے ذریعے سے زراعت و کاشکاری۔ لیکن مال مباح کو اپنے لیے خاص کرنے یا دوسرے مباح اموال کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ بنانے میں شرط اولین یہ ہے کہ تصرفات اس طرح عمل میں نہ آنے پائے کہ ایک فرد دوسرے فرد کیلئے معاشی ذرائع کی تنگی اور ضیق کا باعث بن جائے اور اس طرح تمدن کو فاسد اور برباد کر دے (یعنی جب کہ حلال وسائل معاش سب کیلئے یکساں طور پر مباح اصل ہیں تو اب کسی شخص کو اپنے شخص معاش کیلئے اسی قدر اس میں تصرف اور دعویٰ ملکیت جائز ہے کہ اس کا یہ عمل دوسروں کی معاشی زندگی کی پریشانی کا باعث نہ بن جائے اور اس کی دولت مندی دوسروں کے افلاس اور فقر وفاقہ کا سبب نہ ثابت ہو پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اگر معاشی معاملات میں لوگوں کے درمیاں باہمی تعاون اور اشتراک عمل کے ذریعے مالی ترقی و نمو بروئے کار نہ آئے تو تمدن کا صالح اور صحیح رہنا دشوار سے دشوار تر ہو جائے گا۔

معاشی اصول:

شاہ صاحبؒ نے معاشی اصول کے بارے میں جو طے کیا ہو وہ یہ ہیں کہ:

دولت کی اصل بنیاد محنت ہے، مزدور اور کاشت کار قوت کا سبب ہیں، باہمی تعاون شہرت کی روح رواں ہیں۔ جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کیلئے کام نہ کرے، ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ جُوا، سٹہ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں جن کی موجودگی میں تقسیم

دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا اور بغیر اس کے کہ قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو، دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک طرف سمٹ آتی ہے۔ مزدور، کاشت کار اور جو لوگ ملک اور قوم کیلئے دماغی کام کریں، دولت کے اصل مستحق ہیں۔ ان کی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے جو نظام ان قوتوں کو دبائے وہ ملک کیلئے خطرہ ہے، اس کو ختم ہو جانا چاہیے۔ جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے قوم کا دشمن ہے، اس کو ختم ہو جانا چاہیے۔ ضرورت مند مزدور کی رضامندی قابل اعتبار نہیں، جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔ جو پیداوار یا آمدنی، تعاون باہمی کے اُصول پر نہ ہو تو وہ خلاف قانون ہے۔ کام کے اوقات محدود کئے جائیں۔ مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کر سکیں اور ان کے اندر مستقبل کے متعلق غور و فکر صلاحیت پیدا ہو سکے۔ تعاون باہمی کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے لہذا اس کو تعاون کے اُصول پر ہی جاری رہنا چاہیے۔ بس جس طرح تاجروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ" بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کے مقابلہ سے روحِ تعاون کو نقصان پہچائیں، ایسے ہی حکومت کیلئے درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ و ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے یا رخنہ ڈالے۔ وہ کاروبار جو دولت کی گروش کو کسی خاص طبقے میں منحصر کر دے، ملک کیلئے تباہ کُن ہے۔ وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کی عیش و عشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو، اس کو جلد از جلد ختم کر کے عوام کو اس مصیبت سے نجات دلائی جائے اور ان کو مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے[28]۔ خلاصہ یہ ہے جو قوم غلامی یا دوسرے اسباب کی بدولت ایسے معاشی نظام سے دوچار ہو جو مفید اور عادلانہ رفاہیت سے خالی اور محروم ہو تو وہ قوم اجتماعی بداخلاقیوں کا مرکز بن کر رہ جائے گی اور اس میں ذلت نفس، بزدلی جیسی بداخلاقیاں نمودار ہو جائیں گی۔ شاہ صاحبؒ کے نزدیک معیشت میں ایسا مساوی نظام ضروری ہے جو کسی بھی طرح ایک کو دوسرے سے جدا ہونے نہیں دیتا، حکومت کا معاشی نظام ایسے متوازن نمونے پر قائم ہو جس میں عیش پسندی اور اسراف جیسی بیماریوں کا دخل نہ ہو۔

خلاصہ بحث:

قرآنی نصوص آحادیث رسولﷺ اور ان سے جڑے ہوئے فقہی احکام یہ واضع کرتے ہیں معیشت میں توازن اور مساوات کا نظریا منشاء الہی کے خلاف نہیں بلکہ انسانوں کے فائدہ کے لئے عین اللہ کی مرضی کے مطابق ہے جو اپنے وجود سے آج تک غیر متبدل اور غیر متزلزل رہا ہے یہ ایک الگ بات ہے اگر ہم نے اس اساسی حکم کو کبھی بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی یا دوسرے معاشی نظاموں سے مثال کے طور پر مارکسزم، سوشلزم، یا سرمائداری نظام سے مرعوب ہو کر اسلامی معاشی نظام کو یکسر بھلا دیا اس میں ہمارا اپنا قصور ہے نہ کہ اس الہیٰ نظام کے بیان کرنے والے یا اس ٹھوس حقیقت سے روشناس کرانے والوں سے اور یہ بھی سخت گمراہی ہے کہ ہم یقین کر بیٹھیں غربت و امارت کا یہ غیر فطری تفاوت اور جابرانہ امتیاز جو آج کائنات پر چھایا ہوا نظر آتا ہے یہ فاسد نظام کے معاشی اثرات و نتائج ہیں خدا کی مرضی یہ ہے اس قسم کے تمام نظام کو ختم ہونا چاہیے۔ شاہ صاحبؒ کا اصل مطلب یہ ہے کہ اب عالم میں اسلام کا وہ بنیادی نظام باقی نہیں رہا جس کا جزو اعظم " صحیح معاشی نظام "ہو اور جو جمہور کے امن و اطمینان کا کفیل ہو تو اب تعمیر سے پہلے تخریب ضروری ہے اور اس کے بعد ہی اس عادلانہ نظام کے قیام کی توقع کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

[1] ھود11:6
[2] الحجر15:20
[3] فصلت41:10
[4] النحل16:71
[5] دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفا، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص479
[6] قریشی، مولانا حسین محمد، شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ معیشت، ادارہ طیب پبلیشر، کراچی، 2015ء، ص35
[7] مولانا، معراج محمد باقر، سوانح حیات شاہ ولی اللہؒ، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ، دہلی، 2014ء، ص10
[8] گیلانی، مناظر احسن، تذکرہ شاہ ولی اللہ، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1959ء، ص149
[9] دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ، دہلی، 2014ء، ج4، ص162
[10] سندھی، عبید اللہ، شعور و آگہی، رحیمہ مطبوعات، لاہور، 2009ء، ص149
[11] دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ، ج4، ص241
[12] دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ، ج4، ص160
[13] سیوھاروی، مولانا حفظ الرحمن، اخلاق و معاشیات کا باہمی رابطہ، شاہ ولی اللہؒ فاؤنڈیشن، ملتان، ص16
[14] سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہؒ کی حکمت کا اجمالی تعارف، شاہ ولی اللہؒ انسٹیٹیوٹ، دہلی، 2016ء، ص95
[15] پروفیسر، غلام حسین جلبانی، شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم، ادارہ مطبوعات، لاہور، 1999ء
[16] دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفا، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص162
[17] دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ، ج4، ص164
[18] سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی تحریک، ادارہ دار لکتاب، لاہور، 2008ء، ص34
[19] زخرف43:32
[20] الرعد13:26
[21] سیوھارویؒ، مولانا حفظ الرحمن، قرآنی اصول معاشیات، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان، ص24
[22] التوبہ9:34
[23] الحشر59:7
[24] المنافقون63:10
[25] البقرۃ2:275
[26] النساء4:29
[27] دہلوی، شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ، دہلی، 2016ء، ج5، ص414
[28] حکیم، محمود احمد ظفر، شاہ ولی اللہؒ اور ان کی تجدیدی کارنامے، الکتاب پبلیشر، لاہور 2007ء، ص180